

عام فرائض اور باہمی اعتماد

بنیادی طور پر ایک مضبوط و سالم معاشرے کے لئے باہمی اعتماد کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی لئے صرف اسی معاشرے کو خوشبخت و سعادت مند سمجھنا چاہئے جس کے افراد کے درمیان مکمل رشتہء اتحاد و اطمینان پایا جاتا ہو لیکن اگر معاشرے کے افراد اپنے عمومی فرائض کی سرحدوں کو پار کر لیں اور دوسروں کے حقوق کے ساتھ خیانت کرنے لگیں تو پھر وہیں سے معاشرے کی قوس نزولی کی ابتداء ہونے لگتی ہے۔

انسان کے تمام شعبہء حیات میں کچھ مختلف قسم کے فرائض بھر حال ہوتے ہیں جن میں ہر شخص کا حصہ ہوتا ہے۔ عقل، فطرت، دین ہر شخص کے لئے حکم لگاتے ہیں کہ وہ اپنے حصے کی ذمہ داری کو پورا کرے تاکہ اس کی زندگی کے آسمان پر اطمینان و بھروسہ کے انوار چمکنے لگیں۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ان تمام ذمہ داریوں کو انسانی زندگی کی لغت سے حذف کر دے یا خدا کی طرف سے یا معاشرے کی طرف سے عائد پابندیوں سے چشم پوشی کر کے ان کو بے قیمت سمجھنے لگے۔ اس لئے کہ انسان کو۔ اپنی فطرت کے مطابق۔ اپنی آپسی زندگی اور معاشرے کے درمیان عدم اعتماد باہمی کو فروغ دینے کا حق نہیں ہے اور باہمی تعاون بہر حال ضروری ہوتا ہے تاکہ آپسی تعاون اور دوسروں کی مدد سے زندگی کی مشکلات پر قابو پایا جا سکے۔ اگرچہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا بہت ہی دشوار اور فدا کاری کا محتاج و مشکلات سے بھرپور ہوتا ہے کیونکہ ہر انسان ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ کسی مشقت کو برداشت کئے بغیر راحت و آسائش حاصل کر لے، لیکن مشکلات کو برداشت کئے بغیر نیک بختی کا حصول ناممکن ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ: خوش بختی ذمہ داریوں کو نبھانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ویسے یہ ممکن ہے کہ دوسروں کی ذمہ داریوں کی تکمیل میں فرد کا بھی حصہ ہو کیونکہ اگر فرد اپنی شخصی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرے تو لوگوں کے ذہن پر اس کا اچھا اثر نہ ہوگا اور یہ بات دوسروں کے سلوک و برتاؤ و افعال میں اثر انداز ہو گی۔

شخصی سعادت سے کہیں زیادہ ضروری اجتماعی سعادت ہوتی ہے بلکہ اجتماعی سعادت ہی افراد کی سعادت کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔ معاشرے کے حقوق کو پورا نہ کرنا اجتماعی روح عدالت کے منافی ہے اور یہ چیز عمومی نظم و نسق میں رخنہ انداز ہوتی ہے۔ زندگی، آزادی، دوسروں کی حیثیت کو ملحوظ رکھنا یہ ساری چیزیں ہر فرد کی شخصی ذمہ داری ہوتی ہیں جو حضرات اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرتے ہیں اور معاشرے کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں وہ علاوہ اس کے کہ عموماً مورد اعتماد ہوتے ہیں اور زندگی کی دوڑ میں ہمیشہ کامیابی سے ہم آغوش رہتے ہیں، وہ دوسروں کی بھی خوشبختی کا سبب اور ان کی کامیابی میں معین و مددگار ہوتے ہیں۔

ساموئیل اسمایلز کہتا ہے: ذمہ داری ہر شخص کے لئے ایک قرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو شخص بے اعتباری کے ننگ سے اور اخلاقی دیوالیہ پن سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے فرض کو ادا کر دے لیکن شعبہء ہائے حیات میں سعی مسلسل اور کوشش بسیار کے بغیر اس فرض کی ادائیگی ممکن

نہیں ہے اپنی ذمہ داریوں کو اس دنیا میں آنے کے دن سے جانے تک پورا کرنا انسان کا بہت ہی عمدہ مشغلہ ہے۔ اب جس شخص میں جتنی طاقت و قدرت ہو گی وہ اسی اعتبار سے اپنے وظیفے کو پورا کرے گا کیونکہ اس دنیا کے اندر انسان کی مثال اس مزدور کی طرح ہے جس کی ڈیوٹی ہو کہ وہ اپنے اور اپنے دیگر ابنائے نوع کے لئے کوشش کرے۔ اس ذمہ داری کا احساس حب عدالت کی بنیاد پر موقوف ہے۔ یہ صرف مذہبی تصور نہیں ہے بلکہ حیات انسانی کا بنیادی قاعدہ ہے۔ ذمہ داری کا احساس دنیا کی قوموں کے لئے بزرگترین نعمت ہے۔ جس قوم کے افراد میں یہ شریف روح ہو گی اس کے شاندار مستقبل کی پہلے ہی سے پیشین گوئی کی جا سکتی ہے لیکن اس کے برعکس جس قوم کے اندر ذمہ داری کے بجائے عیاشی، خود پرستی، نفع پرستی رائج ہو جائے تو اس قوم کی حالت زار پر رونا چاہئے کیونکہ پھر اس قوم کے فنا ہو جانے میں۔ خواہ دیر سے ہو یا جلدی سے ہو۔ کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔

خیانت اور اس کے خطرات

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے آج کے معاشرے میں جو فساد و انحراف پایا جاتا ہے اس کی مختلف علتیں ہیں لیکن جب ہم ان علل و اسباب کو تلاش کرتے ہیں جن کی وجہ سے معنوی افلاس، اخلاقی پستی، روحانی کمزوری جو ہمارے معاشرے میں پیدا ہوئی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس درماندگی اور بد بختی کی سب سے بڑی علت لوگوں کے افکار و عقول پر اور تمام شعبہ ہائے حیات پر ”خیانت“ کا غالب ہو جانا ہے۔ معاشرے کے اندر خیانت کی عمومیت اور بتدریج معاشرے کی معنویت کو ختم کر دینے والا خطرہ تمام خطروں سے زیادہ ہے۔ خیانت آئینہٴ روح کو تاریک بنا کر افکار انسانی کو گمراہی کے راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ شہوت پرستی کی زیادتی کی بناء پر یہ منحوس صفت انسان کے اندر جڑ پکڑتی ہے اور اس صفت کی وجہ سے انسان بجائے اس کے کہ اپنی ایمانی طاقت و عقلی قدرت سے استفادہ کرے یہ شیطانی صفت اس کو ذلت و پستی کے قبول کر لینے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

ہر انسان اپنے ماحول میں تمام چیزوں سے زیادہ دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے کا محتاج ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ایک تاجر یا صنعت پیشہ انسان اپنی خیانت سے کافی دولت کمالے اور ایک مدت تک اس کی پردہ پوشی میں کامیاب بھی ہو جائے لیکن ایک نہ ایک دن اس کا پردہ فاش ہو کے رہتا ہے اور وہ اپنا عظیم ترین سرمایہ (اعتبار) کھو بیٹھتا ہے اور اپنی پوزیشن خراب کر لیتا ہے۔

خائن ہمیشہ مضطرب و پریشان رہتا ہے اور ہر چیز کے سلسلے میں بد بین رہتا ہے۔ اگر اس کی علت جاننا چاہتا ہے تو پھر اس کو اپنے نفس ہی سے سوال کرنا ہو گا کیونکہ اگر آپ غور کریں گے تو پتا چلے گا کہ وہ اپنی اسی صفت سے فریاد ی ہے۔

یہ بات بدیہی ہے کہ عمومی رفاه اور فکری سکون صرف امن عامہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آج کل لوگوں کے اندر جو قلق و اضطراب اور فقدان امن عامہ کا عمومی وجود ہے اس کی علت معاشرے کے اندر خیانت کا پھوٹ پڑنا ہے اور اس قوم کا بیڑہ غرق کر دینا ہے۔ یاد رکھئے جہاں امن نہیں ہے وہاں آزادی نہیں ہے۔ برادری نہیں ہے، انسانیت نہیں ہے اور ہاں خیانت چند امور ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ تمام افعال انسانی پر مشمول ہے اگر آپ کسی قول یا فعل کے بارے میں تحقیق و تفتیش کریں گے تو اس کے حدود بہت واضح و معین پائیں گے۔ بس انسان جہاں ان حدوں سے آگے بڑھا اس نے امن

عامہ کی سر حد کو پار کر لیا اور خیانت و باطل کے راستے میں داخل ہو گیا ۔

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا : بیٹا تم فقیر و خالی ہاتھ ہو۔ دوسروں کو فریب و مکاری و خیانت سے مالدار ہوتے ہوئے دیکھتے رہو ۔ تم بغیر جاہ و مرتبے کے زندگی بسر کرو ۔ ان لوگوں کو عالی مناصب و بلند مرتبہ پر چاپلوسی سے فائز ہوتے ہوئے دیکھتے رہو۔ تم درد و غم و نا کامی کے ساتھ زندگی بسر کرو اور دوسروں کو تملق و چاپلوسی کے ساتھ اپنے مقاصد میں کامیاب دیکھتے رہو ۔ تم متکبرین کی صحبت سے اجتناب کرو اور لوگوں کو دیکھتے رہو کہ وہ ایسے لوگوں کے تقرب کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار ہیں ۔ تم لباس تقویٰ و فضائل تک پہنچو۔! ب اگر بڑھاپے تک تمہارا دامن داغدار نہ ہو تو بڑی خوشی سے اپنے کو موت کے حوالہ کر دو ۔

جوانمردوں کی امانت داری ہی ان کی پونجی ہے ۔ امین آدمی پر ہر شخص اطمینان کرتا ہے اور اس کی زندگی بہت ہی درخشاں گزرتی ہے۔ امین آدمی ہر اعتبار سے امانت کا لحاظ کرتا ہے اور اس کے اعمال اس کے گھرے تجربوں کا نچوڑ ہوتے ہیں ۔ انہیں تجربوں کی روشنی میں وہ زندگی بسر کرتا ہے ۔

اسلام کی نظر میں خیانت

پروردگار عالم نے جو قوانین و اصول اپنے بندوں کے لئے وضع فرمائے ہیں ان کو لفظ امانت سے یاد کیا ہے اور متعدد مقامات پر خیانت سے بہت سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

۱۔ خدا و رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ امانتوں میں خیانت کرو ۔ (۱)

۲۔ خدا کا حکم ہے کہ امانت صاحب امانت کے حوالے کر دو ۔ (۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : سب سے بڑی خیانت مہربان دوست سے خیانت کرنا اور عہد و پیمان کو توڑنا ہے ۔ (۳)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : سب سے برا وہ شخص ہے جو امانت داری پر ایمان نہ رکھتا ہو اور خیانت سے پرہیز نہ کرتا ہو ۔ (۴)

خیانت سے بچو کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہے ۔ خائن اپنی خیانت کی وجہ سے ہمیشہ آتش جہنم میں جلتا رہے گا ۔ (۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا : میں تم کو دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں (۱) راست گوئی (۲) اچھے وبرے (ہر شخص) کی امانت کو واپس کرنا کیونکہ یہ دونوں باتیں روزی کی کنجی ہیں ۔ (۶)

اسلام نے اپنے حیات بخش پروگراموں اور بلند قوانین کے ذریعے لوگوں کو بطور عموم ایک خوش بخت و سعادت بخش زندگی کی طرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر کے بلایا ہے اور امانت کی حفاظت کے لئے بڑی سختی کے ساتھ تاکید کی ہے ۔ چنانچہ امام سجاد علیہ السلام کا ارشاد ہے : تمہارے اوپر امانتوں کی واپسی واجب ہے ۔ اس خدا کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر امام حسین علیہ السلام کا قاتل و ہ تلوار جس سے اس نے میرے باپ کو شہید کیا ہے میرے پاس بطور امانت رکھ دے تو میں اس کی امانت اس کو واپس کردوں گا ۔ (۷)

خیانت کا ر اسلام کی نظر میں اتنا بے قیمت ہے کہ اگر مخصوص شرائط کے ساتھ لوگوں کے مال کو چرا لے تو

چوری کے جرم میں اس کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیتا ہے اور امن عامہ کی حفاظت اور معاشرے کے حق کی حفاظت کے لئے بڑی سختی کے ساتھ اس پر سزاؤں کا اجرا کرتا ہے ، اور یہ اس لئے ہے تاکہ وظیفہ شناسی کی روح معاشرے میں زندہ ہو جائے اور ایک صالح معاشرہ کے لئے زمین ہموار ہو جائے ۔

ہر ناشائستہ اور برا فعل قطع نظر اس بات سے کہ وہ سقوط انسانیت کا سبب ہوتا ہے خود اس فعل کے ارتکاب کرنے والے کے لئے برے نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ اسی دنیا میں اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے ۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : جو شخص برا کام کرے گا اسی دنیا میں اس کی سزا اس کو مل جائیگی ۔

ڈاکٹر روسکین کہتا ہے : میں نے اپنی زندگی میں جس جرم کا بھی ارتکاب کیا ہے وہی میرے خلاف کھڑا ہوا ہے اور میرے سکون و چین کو غارت کر دیا ہے نیز میری فہم و ادراک کی قوتوں میں خلل ڈال دیا ہے ۔ اسی طرح اس کا برعکس بھی صحیح ہے کہ ہر وہ نیک کوشش جو میں نے کبھی ماضی میں کی ہے اور سچائی و حقیقت کی بجلی جو میرے اعمال و افکار سے چمکی ہے وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہی ہے ۔ مجھے شوق دلاتی اور میری ہمت بڑھاتی رہی ہے کہ میں اپنے بلند مقاصد تک پہنچ سکوں ۔

میکانیکی قانون جو عمل و رد عمل کا قائل ہے وہ علم اخلاق میں بھی پورا اترتا ہے ۔ ہر اچھے اور برے عمل کا اثباتی یا منفی اثر اس کے مالک میں اور اس کے ماننے والوں میں بھر حال ہوتا ہے ۔ (۸)
حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے : دوستی و امانت داری ایمان کی علامت ہے ۔ (۹)

حضرت علی علیہ السلام ہی کا ارشاد ہے : خیانت قلت پرہیز گاری اور بے دینی کی دلیل ہے ۔ (۱۰)
ایمان روح کے لئے ایک دفاعی ہتھیار ہے اور ایسا موثر ترین عامل ہے جو روح بشر کی گہرائیوں میں نفوذ کر کے اس کے اعمال و کردار پر کنٹرول کر سکتا ہے ۔ ایمان ہی وہ چیز ہے جو اپنے اثر و نفوذ سے شخصی و اجتماعی ذمہ داری کے احساس کو انسان کے اندر زندہ کر کے فساد و آلودگیوں سے روکتا ہے ۔ معاشرے کو صراط مستقیم کی طرف چلا کر مفسد و خیانتوں کی روک تھام کرتا ہے ۔ اسی لئے بچوں کی سعادت و نیک بختی میں والدین کے کردار کا بہت بڑا دخل ہے ۔ اسی وجہ سے ان کا فریضہ ہے کہ اپنے بچوں پر خصوصی توجہ کر کے ایمان ب اللہ کو ان کے دلوں میں زندہ کریں اور اچھے اخلاق و صفات کو ان کے اندر پرورش کریں ۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں : بچوں کی تربیت و سرپرستی کے سلسلے میں تمہاری بہت بڑی ذمہ داری ہے ۔ تمہارا فریضہ ہے کہ بچوں کو اچھے اخلاق و پسندیدہ صفات سکھاؤ اور ان کی خداوند عالم کی طرف رہنمائی کرو اور خدائے بزرگ و برتر کی اطاعت و فرمانبرداری پر ان کی مدد کرو ۔ (۱۱)
ڈاکٹر ریمانڈ بیج کہتا ہے : گھر یلو ماحول میں اجمالی طور سے دین کی باتیں کافی نہیں ہیں بلکہ والدین کا فریضہ ہے کہ ان کے جزئی اعمال ، ان کی رفتار و گفتار ، ان کے تخیلات و احساسات اور ان کے جذبات پر ایمان کی روشنی مسلط کریں ۔

دین دین کو قید بند کی جکڑ سے آزاد کر کے بچوں کی پاکیزہ روح کی گہرائیوں میں اور انکی طیب و طاهر روح میں جو تمہاری نصیحتوں کو سننے کے منتظر ہیں، اصول دین، نجات بخش مبنی کو مضبوطی کے ساتھ بٹھا دیں ۔ ایسا کرنے سے زندگی کے مشکل مراحل میں بھی ان کا عقیدہ اور ایمان دین پر مکمل طرح سے رہتا ہے اور یہی چیز ان کو انحراف و انحطاط سے محفوظ رکھ سکتی ہے ۔ (۱۲)

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے : صاحبان عقل ادب کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح زراعت پانی کی محتاج ہے ۔ (۱۳)

ڈاکٹر ٹیلبرٹ روبن کہتا ہے : میری اس بات کو کہ گفتگو و رفتار کی طرح ادب بھی انسان کو فطری طور سے حاصل ہو جاتا ہے ، بہت سے لوگ قبول نہ کریں ۔ سب سے پہلا فریضہ اپنی اجتماعی زندگی میں جو انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ زندگی کا ” الفباء ” ہی ہے ۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انسان کو با ادب بنانے میں عقل کوئی مدد نہیں کرتی بلکہ ادب کی حکمرانی فکر کے بیدار ہونے اور اس کی علامت ظاہر ہونے سے پہلے ہی ہوتی ہے ۔ ہاں ادب سے عقل ضرور استفادہ کرتی ہے لیکن کسی بھی طرح ادب عقل کی مدد کا محتاج نہیں ہوتا ۔ اسی لئے جب میں کسی ماں کو یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ ” جانے دو بڑا ہو کر خود ہی سمجھ جائے گا عقل آئے گی ” تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اگر بچہ بچپن میں ادب کا پابند نہ ہوسکا تو بڑے ہونے پر عقل اس کو ادب نہیں سکھا سکتی ۔ البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے عقل وہ شئی ہے جو ہم کو گمراہی سے بچا سکتی ہے اور صحیح و مختصر راستے کی نشاندہی کر سکتی ہے ۔ عقل ہم کو ہر قسم کے رکود و جمود سے روکتی ہے ۔ عقل جس طرح ہم کو غلط خواہشات و جذبات و میلان سے روکتی ہے اسی طرح ہم کو بغض و حسد ، کینہ ، لوگوں سے نفرت کرنے سے بھی روکتی ہے ۔ اس بات کو ایک جملے میں اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ عقل ہم کو اجتماعی بنا تی ہے ۔ دوسروں کی طرف سے منہ موڑ کر صرف اپنے ہی لئے کچھ کرنے سے روکتی ہے۔ جو شخص با ادب ہے وہ تنہا نہیں ہوتا بلکہ وہ عالمی ہوتا ہے اس کی ذات معاشروں کی زبان ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کے بیداری کا سبب بنتا ہے ۔ (۱۲)

حوالے

- ۱۔ سورہ انفال / ۲۷
- ۲۔ سورہ نساء / ۵۸
- ۳۔ غرر الحکم ص / ۵۰۵
- ۴۔ غرر الحکم ص / ۴۴۶
- ۵۔ غرر الحکم ص / ۱۵۰
- ۶۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص / ۴۱
- ۷۔ امالی صدوق ص / ۱۴۹
- ۸۔ اخلاق ساموئیل
- ۹۔ غرر الحکم ص / ۴۵۳
- ۱۰۔ غرر الحکم ص / ۵۳
- ۱۱۔ وافی کتاب کفر و ایمان ص / ۱۲۷
- ۱۲۔ ماو فرزندان
- ۱۳۔ غرر الحکم ص / ۲۲۴
- ۱۴۔ مجموعہ چہ میدانم